بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥

محترم المقام مقتدیٔ العصر حضرتِ اقدس مفتی محمد محمود الحسن گنگوہی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

حضرت مفتی صاحب، ہم کالج کے چند طلبہ آپ کو چند سوالات تصوف و سلوک سے متعلق لکھ رہے ہیں برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں جوابات عنایت فرمائیں۔ ان مسائل سے متعلق ہم طلبہ میں بہت شدید اختلافات پائے جاتے ہیں ہم نے متفقہ طور پر آپکو اپنا منصف و ثالث مان کر آپ سے پوچھا ہے آپ کا جو فیصلہ ہوگا ہم سب دل و جان سے اس پر عمل کرینگے ازراہ کرم مفصل جوابات عنایت فرمائیں۔

(۱) کیا تصوف و سلوک قرآن و حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

(۲) مروّجہ تصوف و سلوک میں جو ذکر و اذکار کرائے جاتے ہیں وہ قرآن و حدیث و آثارِ صحابہ سے ثابت ہیں یا نہیں مثلاً نقشبندی حضرات کے یہاں اسم اللہ کرایا جاتا ہے آیا یہ ثابت ہے یا نہیں و دیگر؟

(۳) فقہ کے مشہور ائمہ اربعہ تصوف و سلوک کے ~~کس سلسلے~~ چاروں سلسلوں میں سے وابستہ تھے؟

(۴) کسی سلسلے میں بیعت ہو کر تزکیۂ نفس کرانا کیسا ہے فرض ہے واجب ہے سنت ہے کیا ہے؟

(۵) صحابہ و تابعین کے دور میں تو اس طرح بیعت کرنے کرانے کا کوئی ذکر نہیں ملتا تو مروّجہ بیعت کیسی ہے؟ اگر خیرالقرون میں اس کا ذکر ملتا ہے تو براہ کرم بیان کر دیں؟

(۶) ایک شیخ میں کن اوصاف کا ہونا ضروری ہے؟ اور اس زمانہ کے مستند شیخوں کے نام بھی بتا دیں جو قرآن و سنت پر عمل پیرا ہوں مع نام و پتہ؟

فقط والسلام مع الاکرام

احقر محمد عبداللہ شیخ - سید محمد حسنی - محمد صادق - محمد شیث صدیقی - محمد عارف احمد - محمد طٰہٰ عامر (غیر مقلد) - محمد یحییٰ (غیر مقلد) - از حیدرآباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ لوگوں کے سوالات تصوف وسلوک سے متعلق ہیں جس کی حقیقت نہ سمجھنے کی وجہ سے لوگ بہت سی غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں لہذا سوالات کے جوابات سے پہلے تمہیداً تصوف کی حقیقت بیان کیجاتی ہے۔

"اوّلاً یہ سمجھنا چاہئے کہ پورے دین کا مقصود نجاتِ کاملہ اور قربِ خداوندی ہے ، یعنی آخرت میں بلا حساب وکتاب جنت میں داخل ہو جائے اور جنت میں اللہ تعالیٰ کازیادہ سے زیادہ قرب و دیدار نصیب ہو ۔

اس کے لئے ضروری ہے کہ پورے دین پر عمل کیا جائے اور کامل دیندار بنا جائے ، شریعت کے تمام احکام کو تسلیم کیا جائے اور ان پر دل وجان سے عمل کیا جائے چاہے شریعت کے وہ احکام انسان کے ظاہر سے متعلق ہوں یا انسان کے باطن سے متعلق ہوں ، دونوں قسم کے احکامات پر عمل کرنا ضروری ہے ، اس کے بغیر نجاتِ کاملہ اور قربِ خداوندی کی امید نہیں رکھی جاسکتی ۔

دین کے جو احکام ظاہر سے متعلق ہیں چاہے وہ اوامر ہوں جن کا اللہ تعالی نے حکم دیا جیسے نماز روزہ ، زکوٰۃ ، حج جہاد ، کسبِ حلال ، وغیرہ ، یا نواہی ہوں جن سے اللہ تعالی نے روکا ہے ، جیسے زنا چوری ، ڈاکہ ، شراب نوشی حرام خوری وغیرہ ، ان سے علم فقہ میں بحث کی جاتی ہے ، یہ احکام کتاب اللہ ، سنتِ رسول اللہ اجماع اور قیاس سے ثابت ہوتے ہیں ۔

اس دین کے جو احکام انسان کے باطن سے متعلق ہیں چاہے وہ اوامر ہوں جن کے کرنے کا حکم اللہ تعالی نے دیا ہے مثلا صبر، شکر ، تقوی ، اخلاص ، رضا وغیرہ وغیرہ ، یا نواہی ہوں جن سے اللہ تعالی نے روکا ، جیسے تکبر، غضب، حرص ، حسد ریاء غیرہ ، ان سے علم تصوف میں بحث کی جاتی ہے ، یہ احکام بھی کتاب اللہ ، سنّتِ رسول اللہ ، اجماع اور قیاس ہی سے ثابت ہیں ، اس تصوّف کو سلوک اور فقہ باطن کہا جاتا ہے ۔

تصوّف وسلوک کا مقصود

گویا تصوف کا موضوع اور اصل مقصود یہ ہے کہ مسلمان باطن کے اچھے اخلاق(اخلاقِ حمیدہ) کو اپنے اندر پیدا کرے جنہیں پیدا کرنے اور زندگی میں جاری رکھنے کا اللہ تعالی نے حکم دیا ہے ، مثلا صبر ، شکر ، تقوی اخلاص ، رضا وغیرہ ، اور باطن کے برے اخلاق (اخلاقِ رذیلہ) کو اپنے اندر سے دور کرے ، اور ہرگز ان کے مقتضاء پر عمل نہ کرے ، مثلا تکبر غضب ، حرص حسد ریاء وغیرہ ۔

آسانی کے لئے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ تصوف کا موضوع اور اصل مقصود تزکیۂ نفس ہے ، یعنی اپنے باطن کو صاف کرنا ۔

البتہ تصوف میں جن اخلاق کا ذکر کیا جاتا ہے ان سے متعلق دو باتیں ذہن میں رکھنا ضروری ہیں ، ان باتوں کو ذہن میں رکھے بغیر غلطی کا قوی امکان ہے

اوّل یہ کہ جو اخلاق تصوف کا موضوع ہیں چاہے وہ اخلاقِ حمیدہ ہوں یا اخلاقِ رذیلہ ، ان سے باطنی اخلاق مراد ہیں ، جن کا تعلق انسان کے قلب سے ہے ، وہ علامات اور آثار مراد نہیں جو ان باطنی اخلاق پر بسااوقات مرتب ہوتے ہیں ، اور جو ایک عام آدمی کو بھی باسانی نظر آجاتے ہیں ، اور جن سے باطن پر اکثر استدلال بھی کیا جاتا ہے کیونکہ یہ آثار و علامات اگرچہ درست ہوتے ہیں ، مگر ان کی حقیقت کے پہچاننے میں عام انسان کو غلطی ہوجاتی ہے ۔

مثلا ظاہری تواضع اکثر تواضع قلبی پر دلالت کرتی ہے ، لیکن ایسا بھی ہوتا ہے اور بکثرت ہوتا ہے کہ آدمی ظاہراً متواضع ہوتا ہے مگر اس کا دل تکبر سے بھرا ہوا ہوتا ہے ، اور کبھی کوئی آدمی ظاہراً اپنا سر بلندکر کے رکھتا ہے ، مگر اس کے دل میں تواضع اور خشیت بھری ہوئی ہوتی ہے ، سلوک و تصوّف میں پہلا شخص متکبّر ہے گو دیکھنے والے اسے متواضع سمجھتے ہوں ۔

اور دوسرا شخص متوّاضع ہے گو دیکھنے والوں کو اس پر متکبر ہونے کا گمان ہونے لگتا ہو ۔

دوم یہ ہے کہ جس طرح فقہ ظاہر میں کامل دیندار بننے کے لئے نماز ، روزہ وغیرہ میں صرف کسی ایک وقت کی نماز پڑھ لینا ، یا ایک دن کا فرض روزہ رکھ لینا کافی نہیں بلکہ تمام فرائض وواجبات مع سننِ موکدہ کا پابند ہونا ضروری ہے ، اسی طرح فقہ باطن

تصوّف میں بھی کسی ایک دو نعمتوں پر شکر کر لینا یا کسی ایک دو موقعوں پر صبر کا مظاہرہ کر لینا کافی نہیں بلکہ تزکیۂ نفس کے کمال کے لئے ان کا قلب میں رچ بس جانا ضروری ہے ، یعنی شکر کے تمام مواقع پر زبانی عملی اور قلبی شکر ادا کرنا ، اور صبر کے تمام مواقع پر بموقع صبر اختیار کرنا ضروری ہے ۔

اسی لئے کہا گیا ہے کہ تصوّف میں اخلاقِ حمیدہ کا حصول بدرجۂ ملکہ اور اخلاقِ رذیلہ کا ازالہ (یا امالہ) بدرجۂ اول ضروری ہے ۔

جب اخلاقِ حمیدہ کا حصول بدرجۂ ملکہ اور اخلاقِ رذیلہ کا ازالہ بدرجۂ زوال ہو جائے تب کہا جا سکتا ہے کہ " تزکیۂ نفس " ہو گیا ہے ، اور تصوّف کی حقیقت اس کو حاصل ہو گئی ہے ، یہ وہی " تزکیۂ نفس " ہے جسے اللہ تعالی نے کامیابی کی کنجی قرار دیا اور فرمایا "قدافلح من زکّٰھا، وقد خاب من دسّٰھا" (یقینا وہ کامیاب ہے جس نے اس نفس کو پاک کر لیا اور وہ ناکام ہے جس نے اسے گناہوں میں دبا دیا (الشمس)

اور یہ وہی تزکیۂ نفس ہے جسے قرآن حکیم نے نبی آخر الزمان ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے قرار دیا ہے ، قرآن حکیم کا ارشاد ہے :

قَالَ تَعَالیٰ:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿١٦٤﴾﴾ آل عمران: ۱۶۴

ترجمہ: حقیقت میں اللہ تعالی نے مسلمانوں پر احسان کیا جبکہ ان میں ان ہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کا تزکیہ کرتے رہتے ہیں، اور ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں، اور یقینا یہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔
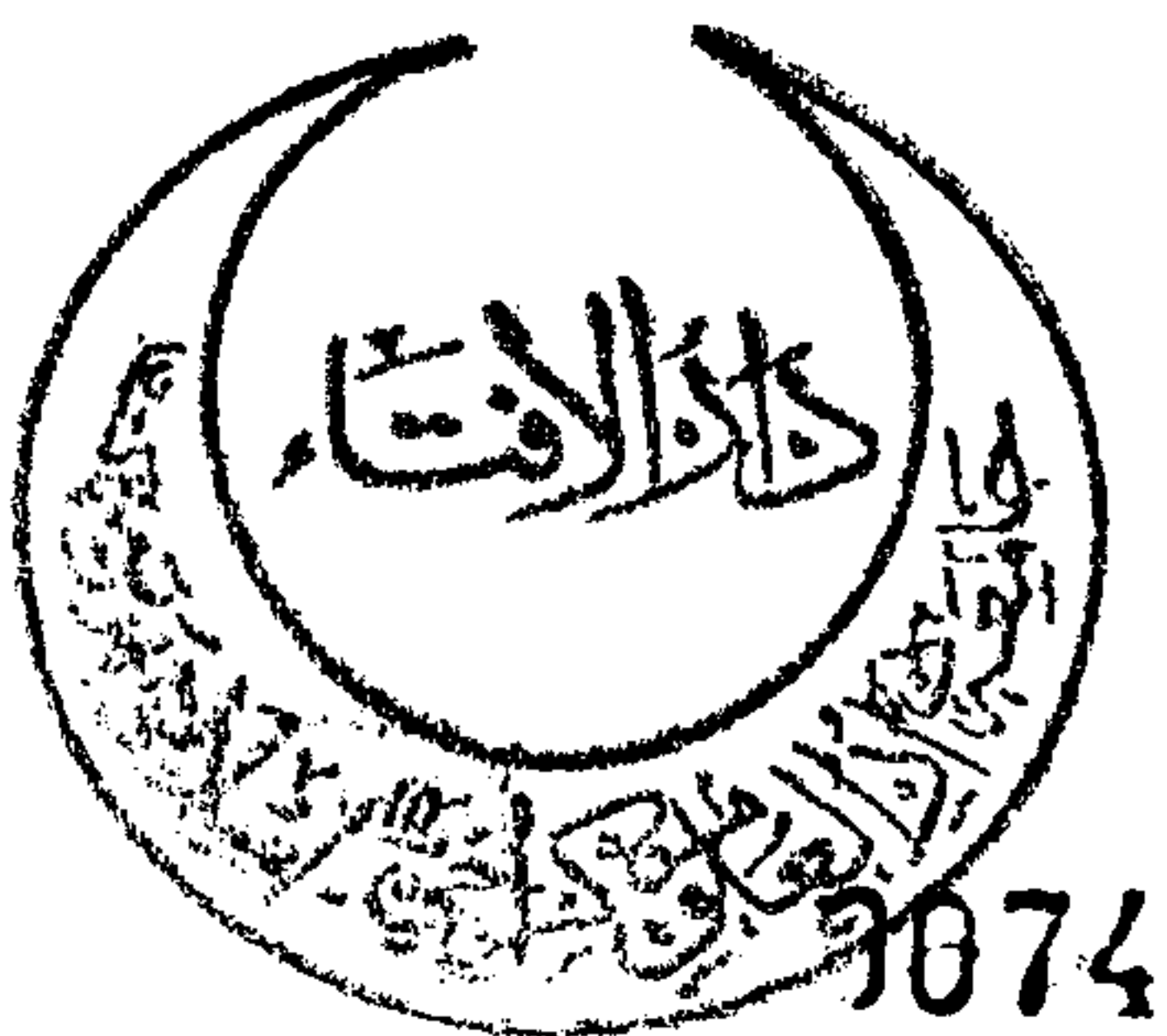
اس آیت (نیز سورۂ بقرہ آیت ۱۲۹) سے واضح ہے کہ تلاوتِ قرآن، تعلیم کتاب و حکمت کے علاوہ "تزکیۂ نفس" بھی رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے تھا، بس یہی "تزکیۂ نفس" تصوّف کا مقصود ہے۔

اور جب قرآن کریم کے نازل کرنے کے باوجود اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کو بھیجا اور امت کی ہدایت اور ان کے تزکیہ کو آپ کے سپرد کیا تو اس سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ علم اور کتاب تزکیہ کے لئے کافی نہیں، بلکہ تزکیہ کے لئے کسی "مزّکی" کا وجود ضروری ہے، جس کی رہنمائی اور تربیت کے ذریعہ یہ دولت حاصل کی جا سکے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ صحابۂ کرام کے لئے مزّکی اور شیخ تھے۔

تو صحابۂ کرام ﷺ اپنے بعد آنے والے تابعین کے لئے مزّکی اور شیخ کادرجہ رکھتے تھے، اور اس طرح نسلاً بعد نسلٍ یہ سلسلہ چلا آرہا ہے۔

چنانچہ حکیم الامت حضرت تھانوی ﷬ فرماتے ہیں:

بھلا نری کتابوں سے بھی کوئی مکمل ہوا ہے، موٹی بات ہے کہ بڑھئی کے پاس بیٹھے بغیر کوئی بڑھئی نہیں بن سکتا حتی کہ بسولہ بھی بطورِ خود ہاتھ میں لے کر اٹھائے گا تو وہ بھی قاعدے سے نہ اٹھایا جاسکے گا، بلا درزی کے پاس بیٹھے سوئی پکڑنے کا اندازہ بھی نہیں آتا، بلا خوشنویس کے پاس بیٹھے اور بلا قلم کی گرفت اور کشش دیکھے ہر گز کوئی خوشنویس نہیں ہو سکتا، غرض بدوں کسی کامل کی صحبت کوئی کامل نہیں بن سکتا۔

گر ہوائے ایں سفر داری دلا	دامن رہبر بگیر و پس بیا
بے رفیقے ہر کہ شد در راہِ عشق	عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق

یعنی اے دل اگر اس سفر کی خواہش ہے تو رہبر کا دامن پکڑ کر چلو، اس لئے کہ جو بھی عشق کی راہ میں بغیر رفیق کے چلا، اس کی عمر گذر گئی اور وہ عشق سے آگاہ نہ ہوا۔

(بحوالہ شریعت و تصوف ص ۱۰۶)

قرآن و سنت سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ تزکیۂ نفس دو طریقوں سے حاصل ہوتا ہے ، ایک مجاہدہ یعنی خواہشاتِ نفسانی کی مخالفت اور دوسرے تقرب بالنّوافل یعنی اذکار و نوافل اور دیگر اعمالِ خیر کے ذریعہ تقرّب الی اللہ ، ان میں سے بھی پہلا طریق یعنی مجاہدہ تزکیۂ نفس کے لئے اصل ہے ، اور دوسرا اس کے لئے مددگار و معین ہے ، مجاہدہ بھی شریعت میں مقصوداور مطلوب ہے ، قرآن و سنت میں اس کا حکم اور سلفِ صالحین میں اس کی بے شمار نظائر ہیں

حق تعالی کا ارشاد ہے :

﴿ وَجَٰهِدُواْ فِي ٱللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِۦ ﴾ الحج: ۷۸

ترجمہ: اور اللہ کے واسطے واپسی کی کوشش کرو جیسے اس کا حق ہے۔

اور حق تعالی کا ارشاد ہے :

﴿ وَمَن جَٰهَدَ فَإِنَّمَا يُجَٰهِدُ لِنَفْسِهِۦٓ ﴾ العنکبوت: ۶

ترجمہ: اور جو شخص مجاہدہ کرتا ہے وا پنے ہی نفع کے لئے مجاہدہ کرتا ہے۔

اور حق تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ وَٱلَّذِينَ جَٰهَدُواْ فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ ٱللَّهَ لَمَعَ ٱلْمُحْسِنِينَ ۝٦٩ ﴾ العنکبوت: ۶۹

ترجمہ: اور جو لوگ ہمارے واسطے مشقتیں برداشت کرتے ہیں، ہم انہیں اپنے رستے ضرور دکھائیں گے۔

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"المجاھد من جاھد نفسه في طاعة الله "
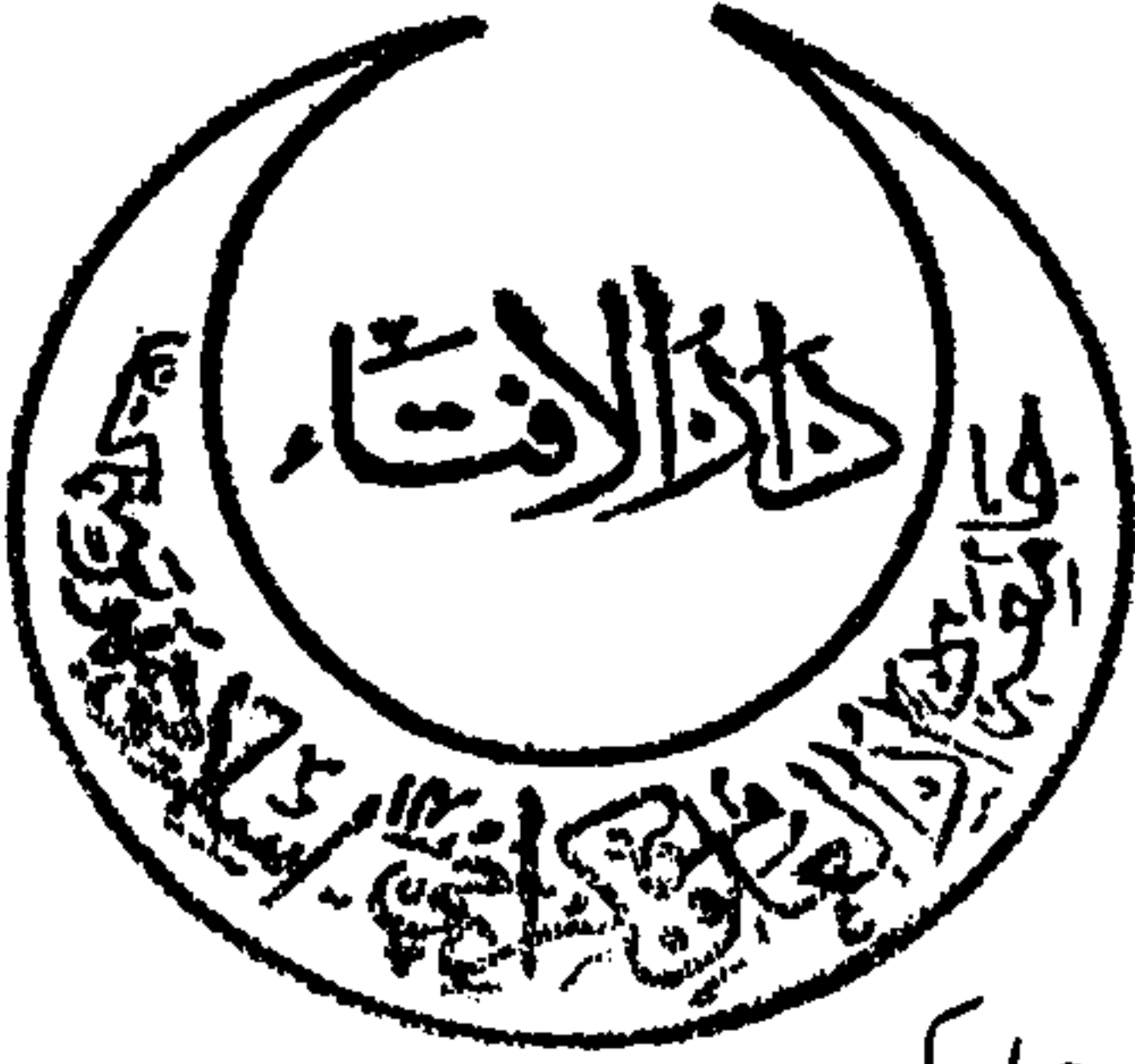
ترجمہ: مجاہد وہ ہے جو اللہ تعالی کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کر

(مشکوٰۃ ص۱۵)

ہم جیسے ناز پرور لوگ اب مجاہدہ کی بات سنتے ہیں تو چونک جاتے ہیں ، مگر حقیقت میں طالبِ سلوک کے لئے مجاہدہ لازمی ہے ، خواہ وہ تصوف میں داخل ہونے کے بعد مجاہدہ کرے ، یا اس طریق میں

داخل ہونے سے پہلے کر چکا ہو ، اور خواہ مجاہدہ اپنے اختیار سے کرے یا من جانب اللہ اس پر ایسے غیر اختیار ی حالات پیش آجائیں ، جن سے مجاہدہ اضطراری ہو جائے مگر مجاہد ہ بہر حال ضروری ہے، عام طور سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ مجاہدات و ریاضیات بعد کے صوفیاء نے تزکیہ نفس کے لئے اپنائے ہیں ، مگر حقیقت میں ایسا نہیں بلکہ ان مجاہدات کو منبع خود رحمت دو عالم ﷺ کی ذات اقدس اور صحابہ کرام ﷺ کے نفوس قدسیہ ہیں ، اس سے قطع نظر کہ رحمت دو عالم ﷺ نے دین کی اشاعت اور اس کی سر بلندی کے لئے کیا کیا تکلیفیں برداشت کیں اور صحابہ کرام ﷺ نے آپ کی اقتداء میں دین کو تھامنے اور اس کی اشاعت کے لئے کیا کچھ تکلیفیں اٹھائیں ، یہ نفوس قدسیہ اپنے تزکیہ نفس کے سلسلہ میں کس قدر ہوشیار تھے ، اور اس کے لئے ہمہ وقت مجاہدہ کے لئے کس طرح تیار رہتے تھے ، اس کا اندازہ کرنے کے لئے ان نفوس قدسیہ کے بارے میں صرف ایک ایک روایت پیش ہے ۔

۱)...حضرت حفصہ ﷺ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا بستر جس پر آپ ﷺ ہمارے گھر آرام فرماتے تھے، ٹاٹ کا تھا، جسے ہم حضور ﷺ کے لئے دہرا کر کے بچھاتے تھے آپ اس پر آرام فرماتے، ایک رات میں نے یہ سوچا کہ آپ کو زیادہ آرام ملے، بستر کو مزید دہرا کر کے چار تہیں کر دیں جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ آج رات تم نے میرے لئے کیا بچھایا تھا؟ ہم نے عرض کیا وہی پرانا بستر تھا، صرف ہم نے اس کی چار تہیں کر دی تھیں ، آپ ﷺ نے فرمایا اسے پہلی حالت میں کر دو کیونکہ اس بستر کے گداز

نے مجھے آج رات کی نماز سے روک دیا تھا۔ (شمائل ترمذی، باب ما جاء فی فراش رسول اللہ ﷺ)

۲)... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک دن سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے دیکھا کہ وہ اپنی زبان کھینچ رہے ہیں، عرض کیا اے خلیفہ رسول اللہ! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے، یہ کیا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس زبان نے مجھے بہت مصیبتوں میں مبتلا کیا ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ مؤطا امام مالک، احیاء العلوم، بیہقی و دار قطنی ج۳ ص ۲۵۵)

۳)... سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ نماز کے بعد تقریر کا اعلان کی، جب لوگ جمع ہو گئے، تو آپ نے حمد و ثنا کی، درود بھیجا، اور پھر فرمایا اے لوگو! میں نے وہ زمانہ دیکھا ہے جب میں بنی مخزوم میں اپنی خالاؤں کی بکریاں چراتا تھا، اور وہ مجھے اس کے عوض میں ایک مٹھی کھجور اور کشمش دیا کرتی تھیں، میں اسی سے اپنا سارا دن بسر کرتا تھا وہ بھی کیا دن تھا، تقریر ختم ہونے کے بعد حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے امیر المومنین آج تو آپ نے اپنے عیب بیان کرنے کے سوا کوئی بات نہیں کی، فرمایا اے ابن عوف میں تنہائی میں تھا، میرے نفس نے مجھے کہا کہ تو امیر المومنین ہے، مسلمانوں میں تجھ سے کون افضل ہو گا؟ تو میں نے ارادہ کیا کہ اپنے نفس کو کچلوں اور اسے سزا دوں (از حیات الصحابہ ص ۶۵۹ حصہ ۷)

صرف ان تین صورتوں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ نفوس قدسیہ اپنی ذات کے بارے میں کس قدر محتاط تھے، اور اپنے اعمال اور اپنے قلوب پر کیسے نگاہ رکھتے تھے، اور اس کے لئے ہمہ وقت مجاہدہ کے لے کس طرح تیار رہتے تھے۔

تقرّب بالنوافل

اسی طرح تقرّب بالنوافل بھی شریعت میں مطلوب و مقصود ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے :

﴿ وَٱسْجُدْ وَٱقْتَرِب ۩ ﴿١٩﴾ ﴾ العلق: ١٩

ترجمہ: سجدہ کیجئے، اور قرب حاصل کیجئے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

من عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب ، و ما تقرب إلي عبدي بشيىء أحب إلي من أداء ما افترضت عليه ، و لا يزال عبدي يتقرب إلي بالنوافل حتى أحبه ، فإذا أحببته كنت سمعه الذي يسمع به ، و بصره الذى يبصر به ، و يده التي يبطش بها و رجله التي يمشي بها ، وإن سألني أعطيته وإن استعاذ لي أعذته.

ترجمہ: یعنی جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے میں اس کے ساتھ اعلان جنگ کر دیتا ہوں، اور میرا بندہ میرا قرب حاصل کرنے کے لئے کوئی کام ایسا نہیں کرتا جو مجھے فرائض کی ادائیگی سے بڑھ کر مطلوب ہو، اور میرے بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کا وہ کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی وہ نگاہ بنتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا وہ ہاتھ ہو جاتا ہوں، جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا وہ پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھے مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ مانگتا ہے میں اسے پناہ دیتا ہوں، (بخاری شریف، جمع الفوائد ج ١ ص ٢٠٨)

بہر حال اتنی بات ثابت ہوگئی کہ تزکیۂ نفس کے حصول کے یہ دونوں طریقے قرآن و سنت سے ثابت ہیں ، ایک مجاہدہ اور دوسرا تقرب بالنوافل ، البتہ ان دونوں میں سے پہلا طریقہ تزکیہ کے لئے اس وجہ سے اصل ہے کہ اگر انسان کے قلب میں عجب تکبر اور ریاء وغیرہ موجود ہو، اور صدق و اخلاص وغیرہ نہ ہو تو نوافل تقرّب الی اللہ کا ذریعہ ہی نہیں بنتے ، اس لئے ضروری ہے کہ اوّلا مجاہدہ کے ذریعہ دل کو اخلاقِ رذیلہ سے فارغ کر کے اس میں اخلاقِ حمیدہ ، صدق و اخلاص وغیرہ پیدا کئے جائیں تاکہ نوافل کی تھوڑی سی مقدار بھی بیش بہا تقرب الی اللہ کا ذریعہ بن سکے ۔

شیخ کی ضرورت

تزکیہ ٔ نفس کے حصول کے ان دونوں طریقوں (مجاہدہ ، اور تقرب بالنوافل) کے اپنانے میں شیخ کا ہونا لازمی ہے ، قرآنِ حکیم سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ تزکیہ کے لئے مزّکی کا وجود ضروری ہے ، اس کے ساتھ عقلا بھی ان دونوں طریقوں کے اپنانے میں شیخ کا وجود کیوں ضروری ہے ، اس کی وجہ کچھ تفصیل کے ساتھ درج ذیل ہے ۔

مجاہدہ

مجاہدہ میں خواہشات نفسانی کی مخالفت کی جاتی ہے ، مگرہر انسان کی خواہشات دوسرے سے مختلف ہو تی ہیں ، نیز ایک انسان کی خواہشاتِ نفسانی بھی نفس و شیطان کے اثرات اور انسان کے اپنے مخصوص حالت کے اعتبار سے اور عمر کے بدلنے سے بدلتی رہتی ہیں ، نیز ان میں حق و باطل بھی گڈ مڈ ہواہوتا ہے ، کیونکہ بعض خواہشات شریعت کے مطابق ہو تی ہیں ، اور بعض شریعت کے خلاف اسی طرح بعض مجاہدات شریعت کے مطابق ہوتے ہیں ، اور بعض شریعت کے خلاف ، ان خواہشات میں حق و باطل کی پہچان کرنا اور پھر ہر انسان کے لئے اس کے مخصوص حالت کے مطابق اس کا آسان اور سہل جائز علاج تجویز کرنا حاذق شیخ ہی کاکام ہے ، جو ان وادیوں سے گذرا ہوا ہو ، اور جسے معالجہ کا تجربہ علی وجہ البصیرت حاصل ہو ، اس مجاہدہ کو صوفیاء کی اصطلاح میں تخلیہ سے بھی تعبیر کیا جا تا ہے۔

تقرّب بالنوافل

اسی طرح ہر انسان کے مخصوص حالات کے پیش نظر تقرّب الی اللہ کا آسان اور سہل راستہ بھی شیخ حاذق ہی تجویز کر سکتا ہے ، کیونکہ قرآن و حدیث میں بے شمار اعمالِ خیر کا ذکر ہے ، اور ان کے فضائل بیان کئے گئے ہیں ، ایک مسلمان بیک وقت ان سب اعمال کو اختیار نہیں کر سکتا ، مثلا نفل نمازیں ، نفل روزے ، صدقہ نفل حج و عمر ہ ، تلاوتِ قرآن ، تدریس و تصنیف ، تعلیم و تبلیغ جہاد ، خدمتِ خلق ، گوشہ نشینی ، عبادت ، تعزیت ، جنازہ کی مشایعت ، امامت ، اذان ، حلال تجارت ، زراعت ، امارت

، قضاء ، شہادت ، اعتاق ، نکاح ، تربیت اولاد ، خدمتِ والدین ، صلہ رحمی ، حقِ جوار ، میزبانی ، اللہ کی نعمتوں میں غور وفکر ، اذکار و اوراد، ذکر اللہ اور اس کی مختلف صورتیں ، وغیرہ وغیرہ، یہ سب اعمالِ خیر نوافل ہیں ، اور تقرّب الی اللہ کا ذریعہ ہیں، ان کے فضائل قرآن و سنت میں وارد ہیں مگر ایک مسلمان کے لئے بیک وقت ان سب اعمالِ خیر کو اختیار کرنا ممکن ہی نہیں ہے ، اس میں ترجیح دینے کی ضرورت پیش آتی ہے ، جو ہر انسان کے حالات سے مختلف ہوتی ہے ، یہ ترجیح ایک شیخ حاذق ہی دے سکتا ہے ، کیونکہ انسان کے لئے بذاتِ خود اپنے بارے میں اسکا حتمی فیصلہ ممکن نہیں ہوتا ، اور اگر خود فیصلہ کر بھی لے تو غلطی کا امکان ، خواہشاتِ نفسانی کی تلبیس ، افراط و تفریط ، اور تساھل و تشدد کا قوی امکان موجود ہے ، بلکہ روزمرہ کا مشاہدہ ، ہے اس لئے شیخ حاذق کی ضرورت ہے، جو اس طالب کے حالات ، اور اس کی جسمانی ، معاشی مصالح اور سب سے بڑھ کر اس کی روحانی مصلحت کے پیشِ نظر اسے اپنے اپنے موقع پر نوافل علی وجہ الکفایت تلقین کرے ، جسے اپنا کر طالب اپنے مخصوص حالات اور اپنی خاص استعداد کے مطابق روز بروز راہِ خدا میں ترقی کرتا چلا جائے ، اسی لئے صوفیاء فرماتے ہیں: طرق الوصول الی اللّٰہ بعدانفاس الخلائق، یعنی اللہ تعالی تک پہنچنے کے اتنے ہی راستے ہیں جتنے مخلوق کے سانس ہیں ، اس تقرب بالنّوافل کو صوفیاء کی اصطلاح میں "تحلیہ" سے بھی تعبیر کیا جاتاہے۔

(مأخوذ بتمامه من الفتوى رقم ۱۰۹/ ۹٤ للشيخ المفتي محمود أشرف حفظه الله تعالى)

اس تمہید کے بعد مزید سوالات کے جوابات علیحدہ علیحدہ بھی درجِ ذیل ہیں:

ا﴾۔۔۔ جیسا کہ تمہید میں بیان کیا گیا کہ تصوف وسلوک کی حقیقت تزکیہ نفس یعنی امراض باطنہ سے نفس کو پاک کرکے اخلاق حمیدہ سے متصف ہو کر قرب خداوندی کا حصول ہے۔

تصوف یعنی تزکیہ نفس کا دین میں مقصود ہونا متعدد آیات اور احادیث سے ثابت ہے جن میں سے کچھ کا ذکر تمہید کر دیا گیا۔

مزید تفصیل کیلئے حضرت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالی اور حضرت ڈاکٹر عبد الحی عارفی رحمہ اللہ تعالی کی کتب کا مطالعہ آپ حضرات کیلئے مفید ہے۔

(۲) بیعت علی الخلافہ، جو کسی خلیفہ کے انعقاد خلافت پر بیعت لی جاتی ہے

(۳) بیعت علی الطاعات وترک المنکرات یہ تمام شرعی احکام کی پابندی کی بیعت ہوتی تھی

(۴) بیعت علی الجہاد، یہ وہ بیعت ہے جو امیر جہاد مجاہدین سے لیتا ہے۔

ان اقسام میں سے سوائے قسم دوم کے تمام اقسام آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے، اور تیسری قسم وہی بیعت طریقت ہے جو صوفیاءِ کرام، نیز مرشدین (جو راہِ حق پر چلاتے ہوں) میں جاری اور معمول بہ ہیں، اس کا حاصل التزام احکام (یعنی اعمالِ ظاہری وباطنی پر استقامت) اور اہتمام کا معاہدہ ہے نیز قرآن کریم میں اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کو حکم فرمایا کہ مؤمن عورتیں بیعت کے لئے آئیں تو ان کو بیعت کر لیجئے، اس بیعت کے جو الفاظ ہیں اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس بیعت کا حکم فرمایا وہ بیعت تمسک بحبل التقویٰ ہے (بیعت علی الطاعات وترک المنکرات) یعنی التزام واہتمام احکام کی بیعت تھی۔

في صحيح البخاري (٥ / ٥٥ دار طوق النجاة):

قال: أخبرني عبد الرحمن بن عبد الله بن كعب بن مالك، أن عبد الله بن كعب، وكان قائد كعب حين عمي، قال: سمعت كعب بن مالك يحدث حين تخلف عن النبي صلى الله عليه وسلم في غزوة تبوك، بطوله. قال ابن بكير في حديثه: ولقد «شهدت مع النبي صلى الله عليه وسلم ليلة العقبة، حين تواثقنا على الإسلام، وما أحب أن لي بها مشهد بدر وإن كانت بدر أذكر في الناس منها».

وفي عمدة القاري شرح صحيح البخاري (١٧ / ٣١ دار إحياء التراث العربي):

(ولقد شهدت) أي: قال كعب: حضرت العقبة الثانية. قوله: (حين تواثقنا) باالثاء المثلثة والقاف أي: حين وقع بيننا الميثاق على ما تبايعنا عليه. قوله: (إن لي بها) أي: بدلها وفي مقابلتها وما أحبه لأن هذه البيعة كانت في أول الإسلام ومنها فشا الإسلام وتأكدت أسبابه وأساسه. قوله: (وإن كانت بدر أذكر) كلمة: أن، واصلة بما قبلها. قوله: (بدر) أي: غزوة بدر، وقوله: (أذكر) ، أفعل التفضيل بمعنى المذكور يعني: أكثر شهرة وذكرا بين الناس.

وفي صحيح البخاري (٩ / ٨١ دار طوق النجاة):

حدثنا إبراهيم بن موسى، أخبرنا هشام، عن معمر، عن الزهري، أخبرني أنس بن مالك رضي الله عنه: أنه سمع خطبة عمر الآخرة حين جلس على المنبر، وذلك الغد من
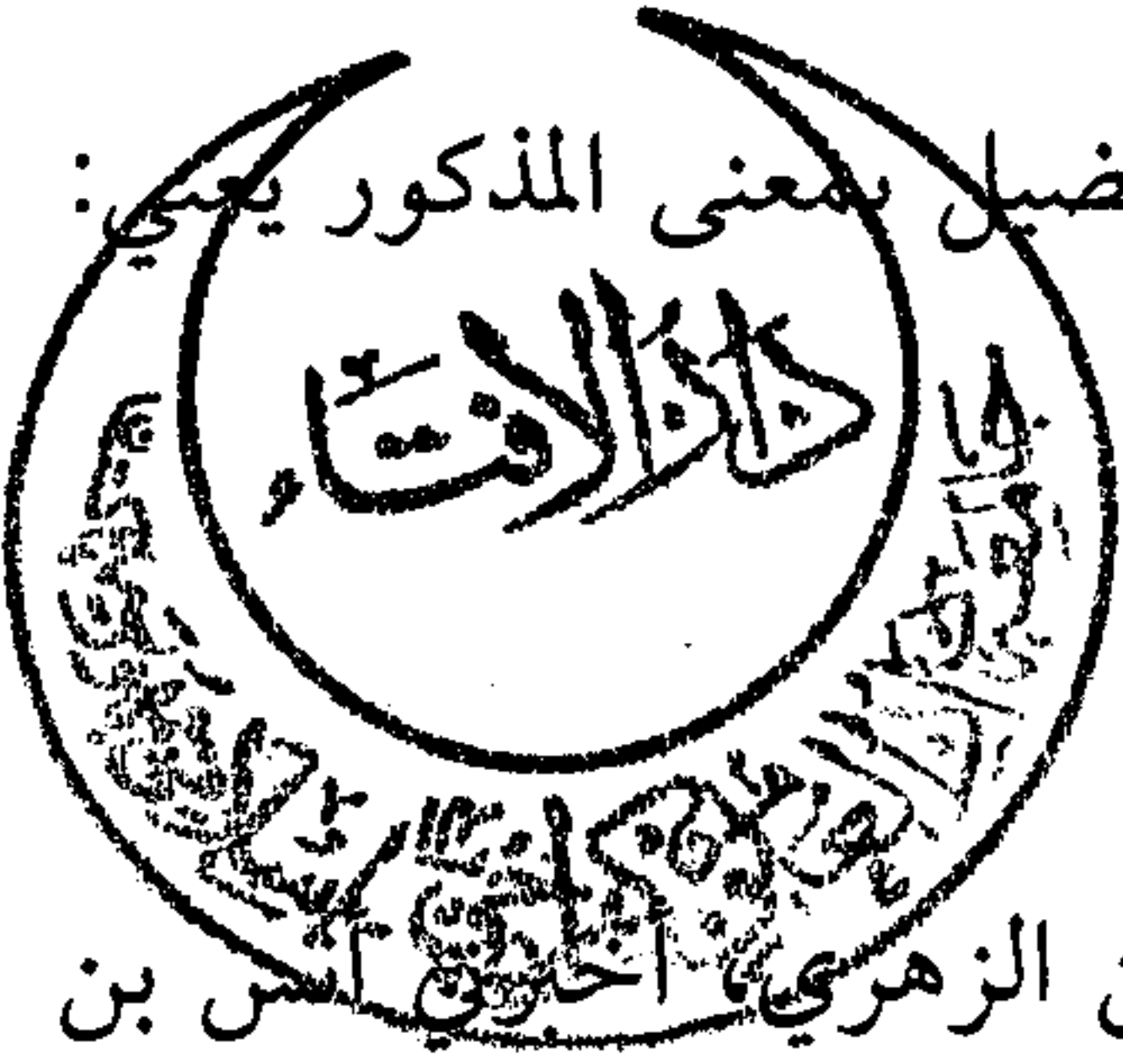
يوم توفي النبي صلى الله عليه وسلم، فتشهد وأبو بكر صامت لا يتكلم، قال: «كنت أرجو أن يعيش رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى يدبرنا، يريد بذلك أن يكون آخرهم، فإن يك محمد صلى الله عليه وسلم قد مات، فإن الله تعالى قد جعل بين أظهركم نورا تهتدون به، هدى الله محمدا صلى الله عليه وسلم، وإن أبا بكر صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثاني اثنين، فإنه أولى المسلمين بأموركم، فقوموا فبايعوه» ، وكانت طائفة منهم قد بايعوه قبل ذلك في سقيفة بني ساعدة، وكانت بيعة العامة على المنبر.

وفي صحيح البخاري (٥ / ٦ دار طوق النجاة):

حدثنا إسماعيل بن عبد الله، حدثنا سليمان بن بلال، عن هشام بن عروة، قال: أخبرني عروة بن الزبير، عن عائشة رضي الله عنها، زوج النبي صلى الله عليه وسلم، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، مات وأبو بكر بالسنح، - قال: إسماعيل يعني بالعالية - فقام عمر يقول: والله ما مات رسول الله صلى الله عليه وسلم، قالت: وقال عمر: والله ما كان يقع في نفسي إلا ذاك، وليبعثنه الله، فليقطعن أيدي رجال وأرجلهم، فجاء أبو بكر " فكشف عن رسول الله صلى الله عليه وسلم [ص:٧] فقبله، قال: بأبي أنت وأمي، طبت حيا وميتا، والذي نفسي بيده لا يذيقك الله الموتتين أبدا، ثم خرج فقال: أيها الحالف على رسلك، فلما تكلم أبو بكر جلس عمر،فحمد الله أبو بكر وأثنى عليه، وقال: ألا من كان يعبد محمدا صلى الله عليه وسلم فإن محمدا قد مات، ومن كان يعبد الله فإن الله حي لا يموت، وقال: {إنك ميت وإنهم ميتون} [الزمر: ٣٠] ، وقال: {وما محمد إلا رسول قد خلت من قبله الرسل أفإن مات أو قتل انقلبتم على أعقابكم ومن ينقلب على عقبيه فلن يضر الله شيئا وسيجزي الله الشاكرين} [آل عمران: ١٤٤] ، قال: فنشج الناس يبكون، قال: واجتمعت الأنصار إلى سعد بن عبادة في سقيفة بني ساعدة، فقالوا: منا أمير ومنكم أمير، فذهب إليهم أبو بكر، وعمر بن الخطاب، وأبو عبيدة بن الجراح، فذهب عمر يتكلم فأسكته أبو بكر، وكان عمر يقول: والله ما أردت بذلك إلا أني قد هيأت كلاما قد أعجبني، خشيت أن لا يبلغه أبو بكر، ثم تكلم أبو بكر فتكلم أبلغ الناس، فقال في كلامه: نحن الأمراء وأنتم الوزراء، فقال حباب بن المنذر: لا والله لا نفعل، منا أمير، ومنكم أمير، فقال أبو بكر: لا، ولكنا الأمراء، وأنتم

الوزراء، هم أوسط العرب دارا، وأعربهم أحسابا، فبايعوا عمر، أو أبا عبيدة بن الجراح، فقال عمر: بل نبايعك أنت، فأنت سيدنا، وخيرنا، وأحبنا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأخذ عمر بيده فبايعه، وبايعه الناس، فقال قائل: قتلتم سعد بن عبادة، فقال عمر قتله الله ".

وفي صحيح البخاري (٤ / ٥٠ دار طوق النجاة):

عن سلمة رضي الله عنه، قال: بايعت النبي صلى الله عليه وسلم، ثم عدلت إلى ظل الشجرة، فلما خف الناس قال: «يا ابن الأكوع ألا تبايع؟» قال: قلت: قد بايعت يا رسول الله، قال: «وأيضا» فبايعته الثانية، فقلت له: يا أبا مسلم على أي شيء كنتم تبايعون يومئذ؟ قال: على الموت.

وفي صحيح البخاري (٤ / ٥٠ دار طوق النجاة) :

عن مجاشع رضي الله عنه، قال: أتيت النبي صلى الله عليه وسلم أنا وأخي، فقلت: بايعنا على الهجرة، فقال: «مضت الهجرة لأهلها» ، فقلت: علام تبايعنا؟ قال: «على الإسلام والجهاد».

وفي صحيح مسلم (٣ / ١٤٨٧ دار إحياء التراث العربي):

قال: جئت بأخي أبي معبد إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد الفتح، فقلت: يا رسول الله، بايعه على الهجرة، قال: «قد مضت الهجرة بأهلها» ، قلت: فبأي شيء تبايعه؟ قال: «على الإسلام والجهاد والخير» ، قال أبو عثمان: فلقيت أبا معبد، فأخبرته بقول مجاشع، فقال: صدق.

وفي صحيح مسلم (٢ / ٧٢١ دار إحياء التراث العربي):

عوف بن مالك الأشجعي، قال: كنا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم، تسعة أو ثمانية أو سبعة، فقال: «ألا تبايعون رسول الله؟» وكنا حديث عهد ببيعة، فقلنا: قد بايعناك يا رسول الله، ثم قال: «ألا تبايعون رسول الله؟» فقلنا: قد بايعناك يا رسول الله، ثم قال: «ألا تبايعون رسول الله؟» قال: فبسطنا أيدينا وقلنا: قد بايعناك يا رسول الله، فعلام نبايعك؟ قال: «على أن تعبدوا الله ولا تشركوا به شيئا، والصلوات الخمس،

وتطيعوا - وأسر كلمة خفية - ولا تسألوا الناس شيئا» فلقد رأيت بعض أولئك النفر يسقط سوط أحدهم، فما يسأل أحدا يناوله إياه.

وفي تفسير الرازي (٢٩ / ٥٢٣ دار إحياء التراث العربي):

يا أيها النبي إذا جاءك المؤمنات يبايعنك على أن لا يشركن بالله شيئا ولا يسرقن ولا يزنين ولا يقتلن أولادهن ولا يأتين ببهتان يفترينه بين أيديهن وأرجلهن ولا يعصينك في معروف فبايعهن واستغفر لهن الله إن الله غفور رحيم (١٢)

روي أن النبي صلى الله عليه وسلم لما فرغ يوم فتح مكة من بيعة الرجال أخذ في بيعة النساء وهو على الصفا وعمر أسفل منه يبايع النساء بأمر رسول الله صلى الله عليه وسلم ويبلغهن عنه، وهند بنت عتبة امرأة أبي سفيان متقنعة متنكرة خوفا من رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يعرفها، فقال عليه الصلاة والسلام: «أبايعكن على أن لا تشركن بالله شيئا، فرفعت هند رأسها وقالت: والله لقد عبدنا الأصنام وإنك لتأخذ علينا أمرا ما رأينا أخذته على الرجال، تبايع الرجال على الإسلام والجهاد فقط، فقال عليه الصلاة والسلام: ولا تسرقن، فقالت هند: إن أبا سفيان رجل شحيح وإني أصبت من ماله هناة فما أدري أتحل لي أم لا؟ فقال: أبو سفيان ما أصبت من شيء فيما مضى وفيما غبر فهو لك حلال، فضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم وعرفها، فقال لها: وإنك لهند بنت عتبة، قالت: نعم فاعف عما سلف يا نبي الله عفا الله عنك، فقال: ولا تزنين، فقالت: أتزن الحرة، وفي رواية ما زنت منهن امرأة قط، فقال: ولا تقتلن أولادكن، فقالت: ربيناهم صغارا وقتلتهم كبارا، فأنتم وهم أعلم، وكان ابنها حنظلة بن أبي سفيان قد قتل يوم بدر، فضحك عمر رضي الله عنه حتى استلقى، وتبسم رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: ولا تأتين ببهتان تفترينه، وهو أن تقذف على زوجها ما ليس منه، فقالت هند: والله إن البهتان لأمر قبيح وما تأمرنا إلا بالرشد ومكارم الأخلاق، فقال: ولا تعصينني في معروف، فقالت: والله ما جلسنا مجلسنا هذا وفي أنفسنا أن نعصينك في شيء».

وفي تفسير القرطبي (١٨ / ٧١ دار الكتب المصرية):

قوله تعالى: (يا أيها النبي إذا جاءك المؤمنات يبايعنك) «١» لما فتح رسول الله صلى الله عليه وسلم مكة جاء نساء أهل مكة يبايعنه، فأمر أن يأخذ عليهن ألا يشركن. وفي

صحيح مسلم عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم قالت: كان المؤمنات إذا هاجرن إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم يمتحن بقول الله تعالى: يا أيها النبي إذا جاءك المؤمنات يبايعنك على أن لا يشركن بالله شيئا ولا يسرقن ولا يزنين إلى آخر الآية. قالت عائشة: فمن أقر بهذا من المؤمنات فقد أقر بالمحنة.

وفي القول الجميل مع شرحه شفاءالعليل للشيخ الشاه ولي الله الدهلوي (ص ١٦):

فالحق ان البيعة على اقسام منها بيعة الخلافة ،ومنها بيعة الاسلام ،ومنها بيعة التمسك بحبل الله ومنها بيعةالهجرة،ومنها بيعة التوثق فى الجهاد،وكانت بيعة الإسلام متروكة فى زمن الخلفاء اما فى زمن الراشدين منهم فلأن دخول الناس في الإسلام فى أيامهم كان غالباً بالقهرة والسيف لابالتأليف وإظهار البرهان ولا طوعاً ولا رغبة وأما في غيرهم فلأنهم كانوا فى الأكثر ظلمة فسقة لايهتمون باقامة السنن،وكذالك بيعة التمسك بحبل التقوىٰ كانت متروكة ،أما في زمان الخلفاء الراشدين فلكثرة الصحابة الذين استناروا بصحبة النبي ﷺ وأما في زمن غيرهم فخوفاً من افتراق الكلمة وأن يظن بهم مبايعة الخلافة فتهيج الفتن ،وكانت الصوفية يومئذ يقيمون الخرقة مقام البيعة ،ثم لما اندرس هذا الرسم في الخلفاء انتهز الصوفية الفرصة وتمسكوا بسنة البيعة

وفيه أيضا(ص :١٢إلى ١٨):

قال الله تعالى:إن الذين يبايعونك إنما يبايعون الله ....واستفاض عن رسول الله ﷺ أن الناس كانوا يبايعونه تارةً على الهجرة والجهادوتارةً على إقامة أركان الإسلام ....وتارة على التمسك بالسنة والاجتناب عن البدعة ....ومما لاشك فيه ولا شبهة أنه إذا ثبت عن رسول الله ﷺ فعل على سبيل العادة والإهتمام بشأنه فإنه لاينزل عن كونه سنة في الدين وهذا صحيح البخاري شاهد على أنه ﷺ اشترط على جرير عند مبايعته فقال والنصح لكل مسلم وإنه بايع قوماً من الأنصار فاشترط أن لايخافون فى الله لومة لائم ....وفيه أيضاً فاعلم أن البيعة سنة وليست بواجبة لأن الناس بايعوا النبيﷺ وتقربوا بها إلى الله ولم يدل دليل على تاثيم تاركها ولم ينكر أحد من الائمة على تاركها كان الإجماع على أنها ليست بواجبة.

٦---حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب قصد السبیل (ص ۲۲ ادارۃ المعارف) میں ان اوصاف کا ذکر کیا ہے جو شیخ کے لئے ضروری ہیں وہ اوصاف بعینہ درج ذیل ہیں:

۱۔ضرورت کے موافق دین کا علم اس کو ہو۔

۲۔عقیدے اور عادتیں اس کی شرع کے موافق ہوں۔

۳۔دنیا کی حرص نہ رکھتا ہو۔

۴۔کسی کامل پیر کے پاس کچھ دنوں تک رہا ہو۔

۵۔اس کے زمانے میں جو عالم اور درویش مزاج ہوں وہ اس کو اچھا جانتے ہوں۔

۶۔عام لوگوں کے نسبت خاص لوگ یعنی جو لوگ سمجھ دار اور دین دار ہوں وہ اس کے زیادہ معتقد ہوں۔

۷۔اس کے مریدوں میں سے اکثر مرید شرع کے پابند ہوں اور انکو دنیا کی طمع نہ ہو۔

۸۔وہ پیر اپنے مریدوں کی تعلیم جی سے کرتا ہو اور چاہتا ہو کہ درست ہو جاویں اور اگر مریدوں کی کوئی بری بات دیکھتا ہو یا سنتا ہو تو ان کو روک ٹوک کرتا ہو یہ نہ ہو کہ ہر ایک کو اس کی مرضی پر چھوڑ دے۔

۹۔اس کے پاس چند روز بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی اور اللہ کی محبت میں زیادتی معلوم ہو۔

۱۰۔خود بھی وہ ذکر و شغل کرتا ہو، کیونکہ بغیر عمل کے پختہ ارادہ کئے ہوئے تعلیم میں فائدہ نہیں ہوتا۔ واللہ سبحانہ اعلم

محمد بن امین اشرف
دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی
۲۲ جمادی الثانیہ ۱۴۳۲ھ
۲۶ مئی ۲۰۱۰ء

الجواب صحیح
احقر محمود اشرف غفر اللہ
۲۲/۶/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح
عبد المنان عفی عنہ
۲/۷/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح
محمد یعقوب عفی عنہ
۳/۷/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح
[illegible]
۳/۷/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح
محمد عبد اللہ
۳-۷-۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح
اصغر علی ربانی
۳ رجب ۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح
[illegible]
۵/۷/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح
شاہ محمد تفضل علی عفی عنہ
۵/۷/۱۴۳۲ھ

دار الافتاء
فتویٰ نمبر ۱۳۶۶/۲۵
مورخہ ۶/۷/۱۴۳۲ھ

0089